ڈاکٹر محمد طاہر ملک

محدثین اور جہمیہ

اسلام کے ابتدائی اعتقادی فرقوں میں سے ایک فرقہ جہمیہ ہے جس کی نسبت اس کے بانی جہم بن صفوان (م ۱۲۸ھ) کی طرف ہے۔ ابتدا ہی سے اس فرقے کے عقائد اس حد تک گمراہ کن سمجھے گئے کہ بقول ابن القیم (م ۷۵۱ھ) اس فرقے کو اسلام کا داخلی دشمن قرار دیا گیا اور اس کے خلاف نبرد آزمائی کو جہاد کہا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ محدثین نے فرقہ جہمیہ کے عقائد کا سختی سے نوٹس لیا اور ہر ممکن طور سے اپنی تحریروں میں ان عقائد کی تردید کی۔ بقول ابن القیم تمام محدثین جہمیہ کے متعلق ایک ہی رائے رکھتے ہیں یعنی یہ کہ ایک گمراہ فرقہ ہے اور اس کی تردید میں حصہ لینا اپنا فرض منصبی ہے، لیکن ان عقائد کی تردید میں مختلف طریقے استعمال کیے، جس کی تین صورتیں تھیں، ان میں ایک صورت یہ تھی کہ محدثین عقیدہ جہمیہ کی تردید میں صرف روایتِ حدیث کی تحریر پر اکتفا کرتے تھے۔[ف۱]

بہر حال اس بارے میں کہ سب سے پہلے وہ کون محدث ہیں جنھوں نے جہمیہ عقائد کی تردید میں کتاب لکھی، یہ کہا جاتا ہے کہ وہ امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) ہیں۔[ف۲] دوسری بات جو اس سلسلے میں کہی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جہم بن صفوان صرف ایک عقیدے کا بانی تھا، جو جبریت سے متعلق ہے۔ باقی عقائد جہمیہ کا جہم بن صفوان سے کوئی تعلق نہیں، بعد کے لوگوں نے اس کو وضع کیا اور جہم بن صفوان کی طرف اس کو منسوب کر دیا۔[ف۳]

اس بات کی خارجی شہادتیں تو بہت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جہم بن صفوان ہی تمام عقائد کا بانی تھا، جس کی تردید احمد بن حنبل سے پہلے کے محدثین کرتے رہے ہیں لیکن نہ تو اس کی کوئی قطعی اور داخلی شہادت پیش کی جا سکی ہے اور نہ اس بات کی کہ احمد بن حنبل سے پہلے کسی محدث نے کوئی مستقل کتاب جہمیہ عقائد کی تردید میں تحریر کی ہے۔ لیکن اب ایک ایسی کتاب دستیاب ہو چکی ہے جو نہ صرف یہ بات

ف۱ ابن القیم: اجتماع الجیوش الاسلامیہ، مطبع ا، م، قاہرہ، ص ۱۱۷

ف۲ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، طبع دوم، جلد اول۔ ص ۳۸۸ ف۳ نفس مصدر

ثابت کرتی ہے کہ احمد بن حنبل سے پہلے بھی ایک محدث نے ایک کتاب جہمیہ عقائد کی تردید میں لکھی ہے بلکہ یہ بات بھی ثابت کرتی ہے کہ جہم بن صفوان خود تمام عقائد کا بانی تھا۔

قبل اس کے کہ نفس موضوع سے بحث کی جائے، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے مختصر حالات بیان کر دیے جائیں۔

ابراہیم بن طہمان الخراسانی تقریباً ۱۰۰ھ میں خراسان میں پیدا ہوئے[۵۳] طلب علم کے لیے مختلف علمی مراکز مثلاً کوفہ، بصرہ، شام، بغداد، مکہ اور مدینہ گئے۔ فراغت کے بعد واپس لوٹے اور باشان[۵۵] میں مقیم ہوگئے۔ ابراہیم بن طہمان اپنے وقت کے زبردست محدث تھے[۵۶]، مرجئہ عقیدہ کے قائل اور جہمیوں کے سخت مخالف تھے[۵۷]، ان کی مخالفت کی کیفیت کا اندازہ خطیب بغدادی کے بیان کیا جا سکتا ہے، خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ ابراہیم بن طہمان ایک دفعہ حج کے ارادے سے وطن سے روانہ ہوئے اور نیشاپور آئے لیکن یہاں آ کر معلوم ہوا کہ نیشاپور جہمیوں کا مرکز ہے، اس لیے ابراہیم بن طہمان نے یہ کہتے ہوئے کہ جہمیوں کا مقابلہ کرنا حج سے افضل ہے، سفر حج کو ملتوی کر دیا اور اپنی تمام کوششیں جہمیوں کی تردید کے لیے وقف کر دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نیشاپور سے جہمیوں کا خاتمہ ہوگیا اور تمام لوگ مرجئہ عقیدے کے قائل ہوگئے[۵۸]۔ یہ واقعہ زیادہ سے زیادہ ۱۵۰ھ کا ہو سکتا ہے۔ اس مرحلے سے فارغ ہو کر حج کے لیے روانہ ہوئے جہاں ۱۶۳ھ میں مکہ مکرمہ میں ان کا انتقال ہوگیا[۵۹]۔

ابراہیم بن طہمان کی تصانیف

ابراہیم بن طہمان مندرجہ ذیل چار کتابوں کے مصنف تھے؛

۱۔ کتاب السنن فی الفقہ ۲۔ کتاب المناقب

---

[۵۳] الاعظمی، محمد مصطفیٰ؛ دراسات فی الحدیث النبوی، بیروت ۱۹۶۸ء، ص ۱۳۸

[۵۵] ہرات کے قرب وجوار میں ایک قصبہ ہے، یاقوت الحموی، معجم البلدان، بیروت ۱۹۵۵، جلد ۱، ص ۳۲۲

[۵۶] الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، بیروت، جلد ۶، ص ۱۱۰ [۵۷] نفس مصدر: ص ۱۱۰

[۵۸] نفس مصدر، ص ۱۰۷۔ فخرج یرید الحج، فقدم نیساپور، فوجدھم علی قول جھم، فقال: الاقامۃ علی ھولاء افضل من الحج، فاقام، فنقلھم من قول جھمۃ الی الارجاء۔

[۵۹] ابن حجر، تہذیب التہذیب، حیدرآباد دکن، ۱۳۲۷ھ جلد ۱، ص ۱۳۱۔

(۳) کتاب العیدین (۴) کتاب التفسیر[۱۰]

پروفیسر Sezgin کا بیان ہے کہ ان چاروں کتابوں میں سے کوئی کتاب نہیں پائی جاتی مگر یہ کہ اُن کی ایک اور کتاب ظاہریہ لائبریری دمشق میں پائی جاتی ہے اور جس کا عنوان ہے: الجزء الاوّل والثانی من مشیخة ابراهیم بن طهمان[۱۱]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابراہیم بن طہمان مندرجہ بالا چار کتابوں کے علاوہ ایک اور کتاب (یعنی مشیخة) کے مصنف تھے جس کا تذکرہ کسی نے نہیں کیا ہے۔ لیکن اگر کتاب کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی پیش نظر رہے کہ ابراہیم بن طہمان نے ایک کتاب "کتاب السنن فی الفقة" تصنیف کی تھی تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ موجودہ کتاب ابراہیم بن طہمان کی "مشیخة" اور پانچویں کتاب نہیں ہے بلکہ یہ کتاب "کتاب السنن فی الفقة" ہے جو ابراہیم بن طہمان کی چار تصانیف میں سے ایک ہے۔

مندرجہ دعویٰ کے ثبوت میں مندرجہ ذیل دلیلیں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ "مشیخة" کی خصوصیات کی عدم موجودگی

"مشیخة" اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں مصنّف اپنے ان اساتذہ کی فہرست بیان کرتا ہے جن سے وہ بالمشافہ مل چکا ہے اور اُن سے جو جو کتابیں پڑھی ہیں یا پھر ایسے اساتذہ کا بھی ذکر کرتا ہے جن سے مصنف ملا تو نہیں لیکن اُن سے مصنف کو اس بات کی اجازت ملی ہے کہ وہ اس کی فلاں فلاں کتاب کی روایت کرسکتا ہے[۱۲]

مختلف لوگوں نے "مشیخہ" لکھا ہے اور اس میں جو نہج استعمال کیا گیا ہے وہ مختلف ہے لیکن بقول "الاھوانی" مشیخہ لکھنے کے چار ہی طریقے رائج ہیں[۱۳]

---

[۱۰] ابن الندیم، الفہرست، بیروت ۱۹۶۴ء، ص ۲۲۸ — البغدادی، اسماعیل پاشا، استنبول (۵۵-۱۹۵۱ء) جلد ۱، ص ۱ — التوتکی، محمود حسن، معجم المصنفین، بیروت ۱۹۳۵ء - جلد ۱ ص ۱۶۷، - Sezgin Gas جلد ۱، ص ۹۲

[۱۱] Sezgin Gas, Vol. 1, P 92.

[۱۲] الکتانی، محمد بن جعفر، الرسالة المستطرفة، دمشق طبع دوم، ۱۹۶۴ء، ص ۱۴۰ - ایضاً ملاحظہ ہو ڈاکٹر اسپرنگر کا مضمون Under des Traditionwesen bei der Arabern ZDMG, X (1856) P. 16.

[۱۳] مجلة معهد مخطوطات العربیة، قاہرہ ۱۹۵۵ء، جلد اوّل ص ۹۶ - ۹۰۸ - برنھج العینی مقدمة

ابراہیم بن طہمان کی موجودہ کتاب پر سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو پتا چلے گا کہ اس میں "مشیخہ" کی کوئی خصوصیت نہیں پائی جاتی ہے۔

۲۔ "سنن" کی خصوصیات کی موجودگی

نہ یہ کہ ابراہیم بن طہمان کی کتاب "مشیخۃ" کی خصوصیات اپنے اندر رکھتی ہے بلکہ یہ کہ تمام اعتبار سے اس میں "سنن" کی خصوصیات" پائی جاتی ہیں۔ السنن کا اطلاق حدیث کی ان کتابوں پر ہوتا ہے جو شرعی احکام اور اعتقادات سے متعلق احادیث پر مشتمل ہوں۔ شرعی احکام، مختلف ابواب کے ماتحت دینی مسائل مثلاً طہارت، نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ وغیرہ کے اعتبار سے لکھے جاتے ہیں۔ ابواب کی تقسیم، احادیث کی تعداد وغیرہ کا تعین مؤلفین کی صواب دید پر ہوتا ہے جسے جہاں چاہیں رکھیں[۱۴] ان اختلافات کا بیان چونکہ موضوع سے باہر ہے اس لیے صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے اور صرف دو "سنن" کی کتابوں کے درمیان تقابل پیش کیا جاتا ہے یعنی "سنن ابی داؤد" اور "سنن ابن ماجہ"

ابوداؤد، اعتقادات سے متعلق احادیث اپنی کتاب کے دوسرے حصے میں "کتاب السنۃ" کے تحت ذکر کرتے ہیں جب کہ ابن ماجہ ان ہی امور سے متعلق احادیث اپنی کتاب میں "المقدمۃ" کے تحت لکھتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ابراہیم بن طہمان کی کتاب سنن کی خصوصیات پر اترتی ہے یا نہیں۔

قبل اس کے کہ بات آگے بڑھے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ابراہیم بن طہمان کی کتاب نہ صرف یہ کہ "ابوداؤد" اور ابن ماجہ سے بہت پرانی کتاب ہے بلکہ یہ بھی ہے کہ کتاب اپنی اصلی شکل میں نہیں ہے اس لیے کہ کم از کم اصل کتاب کو دو بار مختصر کیا گیا ہے[۱۵] اس لیے اس میں بعد کی لکھی ہوئی "سنن" کی تمام خصوصیات کا تلاش کرنا بیکار ہے لیکن اس کے باوجود اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ابراہیم بن طہمان میں "سنن" کی عمومی خصوصیت پائی جاتی ہے۔

احکام شرعی سے متعلق احادیث

موجودہ کتاب جو مختصر شدہ ہے صرف ۲۰۸ احادیث پر مشتمل ہے، ۸۵ احادیث مختلف شرعی مسائل سے متعلق ہیں جن میں سے ۵۰ احادیث مختلف مقامات پر مذکور ہیں لیکن باقی ۳۵ حدیثیں اس طرح

۱۴؎ الرسالۃ المستطرفۃ، ص ۳۲ ۱۵؎ مخطوطہ کتاب، ق ۲۵۵ ب

سے بیان کی گئیں ہیں جو بعد کے لکھے ہوئے "سنن" کی کتابوں کے دو ابواب نظر آتے ہیں۔ ۲۲ حدیثیں (۱۵۱ - ۱۷۲) سلسلہ وار لکھی گئی ہیں جو "حج" سے متعلق ہیں اور اس کے بعد ۱۳ حدیثیں (۱۷۳ تا ۱۸۵) جو سلسلہ وار حدیثیں لکھی گئی ہیں ان کا تعلق "البیوع" سے ہے۔

اعتقادات سے متعلق احادیث

جیساکہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ "سنن" کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ چند ابواب کے ماتحت "اعتقادات" سے متعلق حدیثیں بیان کی جاتی ہیں۔ ان اعتقادی مسائل میں سے ایک کا تعلق "قضاء و قدر" سے ہے۔ چنانچہ ابوداؤد اور ابن ماجہ دونوں کتابوں میں ایک باب "باب القدر" ہے۔ ایک اور بات جو اہم ہے وہ یہ ہے کہ "القدر" کے ماتحت بیان کردہ حدیثیں اکثر و بیشتر دونوں کتابوں میں مشترک ہیں۔

ابراہیم بن طہمان کی موجودہ کتاب میں ۲۴ حدیثیں ایسی ہیں جو اعتقادی مسائل سے متعلق ہیں ان ۲۴ حدیثوں میں سے ۱۱ حدیثیں مختلف مقامات پر مذکور ہیں لیکن ۱۳ حدیثیں ایسی ہیں جو سلسلہ وار بیان کی گئی ہیں۔ ان کی تفصیل دو جدولوں میں دی جاتی ہے، پہلے جدول میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ۱۱ حدیثیں وہ ہیں جو ابوداؤد اور ابن ماجہ میں مختلف اعتقادی مسائل کے سلسلے میں مذکور ہیں اور دوسرے جدول میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ۱۳ سلسلہ وار حدیثیں وہ ہیں جو ابوداؤد اور ابن ماجہ میں "القدر" کے ماتحت لکھی گئی ہیں۔

جدول نمبر ۱

حدیث نمبر	ابوداؤد / کتاب السنن	ابن ماجہ / المقدمہ
۱۶	—	۱۹۵
۱۸	۱۶۶۵	۱۹۳
۲۱	۱۶۹۵	—
۶۷	۱۶۰۳	۱۲۳، ۱۲۴ (دو روایت)
۱۰۰	—	۹۶
۱۱۵	۱۶۹۲	۲۳۴، ۲۳۵ (دو روایت)
۱۴۰، ۱۴۱ (دو مختلف اسناد)	—	۱۵۸
۱۴۴	—	۱۵۶

۱۴۵	۱۶۸۷	۱۶۱
۱۴۸	—	۱۰۷

جدول نمبر ۲

حدیث نمبر	ابوداؤد القدر - حدیث نمبر	ابن ماجہ القدر، حدیث نمبر
۸۲	۴۷۰۸	۷۶
۸۳	۴۶۹۶	۷۸
۸۴	۴۶۹۵	[16]
۸۵	[17]	۸۶
۸۶	—	[18]
۸۷ [19]	۴۷۰۸	۷۶
۸۸	[20]	[21]
۸۹	۴۷۰۱	۸۰
۹۰	(حدیث ۸۰ کی دوسری روایت)	
۹۱	۴۶۹۶ [22]	۹۱ [23]
۹۲	[24]	۸۹ [25]

---

[16] سنن ابن ماجہ، کتاب الایمان، ص ۹

[17] سنن ابی داؤد، الطب، حدیث ۳۸۹۳ [18] ابن ماجہ، الطب ۱

[19] موجودہ کتاب میں مستقل حدیث کی حیثیت سے مذکور ہے جبکہ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں حدیث ۴۷۰۸ اور ۷۶ بالترتیب جزء حدیث کی حیثیت سے مذکور ہے، جدول ۲ ملاحظہ ہو۔

[20] ابوداؤد، الایمان ۱۳۲۵ [21] ابن ماجہ، الکفارات ۲۱۲۲

[22] موجودہ کتاب میں مذکور حدیث سے معنوی مماثلت رکھتا ہے [23] ایضاً

[24] ابوداؤد، النکاح ۲۰۶ [25] صرف معنوی مماثلت رکھتا ہے۔

۹۳ ۱۰۔ امام بخاری اس بات کے ثبوت میں کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ سے ہم کلام ہوا مختلف حدیثیں پیش کرتے ہیں، جن میں سے ایک حدیث مندرجہ بالا حدیث نمبر ۲ ہے[۲۹] اور اسی حدیث کو ابنِ خزیمہ "ان اللہ یکلم عبادہ یوم القیامۃ" کے تحت بیان کرتے ہیں[۳۰]۔

ابراہیم بن طہمان نے مندرجہ بالا تینوں حدیثوں کو اپنی کتاب میں بیان کیا ہے[۳۱]

امام بخاری اس بات کے ثبوت میں کہ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے، باب "ماکان یذکر و یرویہ عن ربہ عزوجل" کے تحت مندرجہ ذیل ۴ حدیثِ قدسی بیان کرتے ہیں[۳۲]۔

۱۔ یرویہ عن ربہ من تقرب الیٰ شبراً ...[۳۳]

۲۔ یرویہ عن ربکم لکل عمل کفارۃ ...[۳۴]

۳۔ یرویہ عن ربہ انک تاتینی بقراب الارض ...[۳۵]

۴۔ یحکی عن ربہ استقررت من بنی آدم ...[۳۶]

ابراہیم بن طہمان نہ صرف یہ کہ مندرجہ بالا حدیثِ قدسی کو بیان کرتے ہیں[۳۷] بلکہ اس کے علاوہ بھی تین احادیثِ قدسی بیان کرتے ہیں[۳۸]۔

مزید برآں الملطی نے جہمیہ کے اس عقیدے کی تردید میں حدیث "تحاج آدم و موسیٰ ... قال موسیٰ یارب ارنا ... فاراہ اللہ" بیان کی ہے[۳۹] اور اسی حدیث کو ابن خزیمہ نے "ان اللہ سبحانہ

---

۲۹ البخاری، محمد بن اسماعیل البخاری کتاب خلق افعال العباد (عقاید السلف کے ساتھ شائع شدہ) اسکندریہ ۱۹۷۱

۳۰ ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق، کتاب التوحید، قاہرہ ۱۹۶۸ء، ص ۱۵۰

۳۱ حدیث نمبر ۸۹، ۱۲۲ اور ۱۶

۳۲ حدیث قدسی حدیث کی اس قسم کو کہتے ہیں جس میں حدیث کے الفاظ گویا الفاظِ خداوندی ہوتے ہیں۔

۳۳ کتاب خلق افعال العباد، ص ۱۸۸

۳۴ ایضاً

۳۵ ایضاً، ص ۱۸۹

۳۶ ایضاً

۳۷ حدیث نمبر ۱۲۷، ۱۰۷، ۱۱۶ اور ۱۰۲ علی الترتیب

۳۸ حدیث نمبر ۸، ۱۰۳ اور ۱۰۴

۳۹ الملطی، کتاب التنبیہ، ص ۱۲۷

۱۔ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ یا کسی پیغمبر سے ہم کلام نہیں ہوا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی جسم نہیں اس لیے اس کے مختلف جوارح مثلاً کان، آنکھ، پیر نہیں ہو سکتے۔

۳۔ خدا کی نہ کرسی ہے اور نہ عرش اور نہ اس کا تخت جس پر وہ متمکن ہوتا ہے۔

۴۔ عذاب قبر کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

۵۔ جنت اور جہنم ابھی پیدا نہیں کیے گئے ہیں۔

۶۔ پیدا ہونے کے بعد جنت و جہنم فنا کر دیے جائیں گے۔

۷۔ دنیا میں جتنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کو ان کا علم ان کے پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہے۔

۸۔ انسان مجبورِ محض ہے۔

۹۔ خدا تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا، نہ بہشت والے نہ دوزخ والے وغیرہ وغیرہ۔

جہمیہ کے اعتقادات کی پوری فہرست الملطی نے دی ہے۔ یوں تو ابراہیم بن طہمان کی موجودہ کتاب[۵۲۷] میں جہمیہ فرقہ کے تقریباً سارے عقاید کی تردید کی گئی لیکن یہاں صرف ان میں سے چھ کو بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ہم کلام ہونا

جہمیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرتا، نہ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا اور نہ کسی دوسرے پیغمبر سے[۵۲۷]، اور اس عقیدے کی تردید میں الدارمی نے "الایمان بکلام اللہ" کے عنوان کے تحت تین حدیثیں بیان کی ہیں۔

۱۔ احتج آدم وموسیٰ ... قال موسیٰ ارنا آدم ..

۲۔ ثلثة لا یکلمھم اللہ یوم القیامة

۳۔ دقی احدکم وجھه ... ما منکم احد الا سیکلمه اللہ ...[۵۲۸]

---

۵۲۷ الملطی، محمد بن احمد بن عبد الرحمن، التنبیه والرد علی اهل الاهواء والبدع (التنبیه) قاہرہ ۱۹۴۹ء، ص ۱۲،
الجیلانی عبد القادر، الغنیه لطالب طریق الحق (غنیه)، قاہرہ، طبع دوم، ۱۹۵۶ء جلد اول، ص ۹۰۔

۵۲۸ الدارمی، عثمان بن سعید الاعثمان، کتاب رد علی الجهمیة، ۱۹۶۰ء، ص ۳۲۷۔ حدیث مختلف اسناد سے مذکور ہے۔

۹۳ ۔ بخاری اس بات کے ثبوت میں کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ سے ہم کلام ہوا مختلف حدیثیں پیش کرتے ہیں، جن میں سے ایک حدیث مندرجہ بالا حدیث نمبر ۲ ہے[۲۹] اور اسی حدیث کو ابن خزیمہ "ان اللہ یکلم عبادہ یوم القیامۃ" کے تحت بیان کرتے ہیں[۳۰]۔

ابراہیم بن طہمان نے مندرجہ بالا تینوں حدیثوں کو اپنی کتاب میں بیان کیا ہے[۳۱]۔

امام بخاری اس بات کے ثبوت میں کہ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے، باب "ماکان یذکر و یرویہ عن ربہ عزوجل" کے تحت مندرجہ ذیل ۴ حدیث قدسی بیان کرتے ہیں[۳۲]۔

۱۔ یرویہ عن ربہ من تقرب الی شبراً ...[۳۳]

۲۔ یرویہ عن ربکم لکل عمل کفارۃ ...[۳۴]

۳۔ یرویہ عن ربہ انک تاتینی بقراب الارض ...[۳۵]

۴۔ یحکی عن ربہ استقررت من بنی آدم ...[۳۶]

ابراہیم بن طہمان نہ صرف یہ کہ مندرجہ بالا حدیث قدسی کو بیان کرتے ہیں[۳۷] بلکہ اس کے علاوہ بھی تین احادیث قدسی بیان کرتے ہیں[۳۸]۔

مزید برآں الملطی نے جہمیہ کے اس عقیدے کی تردید میں حدیث "تحاج آدم و موسیٰ ... قال موسیٰ یارب ارنا ... فاراہ اللہ" بیان کی ہے[۳۹] اور اسی حدیث کو ابن خزیمہ نے "ان اللہ سبحانہ

---

[۲۹] البخاری، محمد بن اسماعیل البخاری کتاب خلق افعال العباد (عقاید السلف کے ساتھ شائع شدہ) اسکندریہ ۱۹۷۱ء

[۳۰] ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق، کتاب التوحید، قاہرہ ۱۹۶۸ء، ص ۱۵۰

[۳۱] حدیث نمبر ۸۹، ۲۲ اور ۱۶

[۳۲] حدیث قدسی حدیث کی اس قسم کو کہتے ہیں جس میں حدیث کے الفاظ گویا الفاظ خداوندی ہوتے ہیں۔

[۳۳] کتاب خلق افعال العباد، ص ۱۸۸ — [۳۴] ایضاً

[۳۵] ایضاً، ص ۱۸۹ — [۳۶] ایضاً

[۳۷] حدیث نمبر ۱۲۷، ۱۰۷، ۱۱۶ اور ۱۰۲ علی الترتیب — [۳۸] حدیث نمبر ۸، ۱۰۳ اور ۱۰۴

[۳۹] الملطی، کتاب التنبیہ، ص ۱۲۷

کلم موسیٰ من وراء حجاب" کے تحت بیان کیا ہے۔[۴۰]

ابراہیم بن طہمان نے اس حدیث کو دو سندوں سے بیان کیا ہے۔[۴۱] امام احمد بن حنبل نے جہمیہ فرقے کی پر زور تردید کی ہے اور اس سلسلے میں حدیث "وقی احد کم وجہہ"۔ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ لوگ (جہمیہ) اس حدیث کا کیوں کر انکار کر سکتے ہیں۔[۴۲]

ابراہیم بن طہمان نے بھی اس حدیث کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔[۴۳]

۲- خدا تعالیٰ کا علم

صفتِ علم کے متعلق جہمیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا میں جتنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں خدا تعالیٰ کو ان کے متعلق ان کی پیدائش کے بعد علم ہوتا ہے، پیدائش سے پہلے نہیں۔[۴۴] محدثین نے اس عقیدے کی تردید کی ہے۔ چنانچہ الدارمی نے اس کی تردید میں مندرجہ ذیل تین حدیثیں "باب ذکر علم اللہ تعالیٰ" کے تحت بیان کی ہیں:

۱- ان خلق احدکم یجمع فی بطن امہ ... فیقول اکتب رزقہ واجلہ ...[۴۵]

۲- خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ ... الا وقد کتب مکانہا ...[۴۶]

۳- ارایت عملنا ھذا ... قال بل لما فرغ منہ ...[۴۷]

ابراہیم بن طہمان نے یہ تینوں حدیثیں بیان کی ہیں۔[۴۸]

۳- عرش: خدا تعالیٰ کا اس پر متمکن ہونا

جہمیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ نہ عرش کا کوئی وجود ہے اور نہ کرسی کا، اس لیے خدا کا عرش و کرسی پر متمکن ہونے کا

---

[۴۰] ابن خزیمہ، کتاب التوحید، ص ۳۳! [۴۱] حدیث ۸۹، ۹۳

[۴۲] احمد بن حنبل، الرد علی الزنادقۃ والجہمیۃ (عقاید السلف، مرتبہ علی السامی النشار کے ساتھ مطبوع) اسکندریہ ۱۹۷۱ء ص ۸۸

[۴۳] حدیث نمبر ۱۶

[۴۴] البغدادی، عبدالقاہر، الفرق بین الفرق (الفرق) قاہرہ، ص ۱۹۹ — البزدوی، محمد بن محمد بن عبدالکریم، کتاب اصول الدین، قاہرہ ۱۹۶۳ء، ص ۹۰

[۴۵] الدارمی، الرد علی الجہمیۃ، ص ۳۲۱ [۴۶] نفس مصدر، ص ۳۲۲

[۴۷] ایضاً [۴۸] حدیث ۸۲، ۸۳ اور ۹۱

کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا[۴۹] محدثین نے اس عقیدے کی تردید کی ہے اور اس بات کے ثبوت میں کہ عرش موجود ہے اور خدا تعالیٰ اس پر متمکن ہوتا ہے، مندرجہ ذیل دو حدیثیں پیش کی ہیں:

۱۔ مرت سحابة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... وفوق ذالک العرش[۵۰]

۲۔ اھتز العرش لموت سعد بن معاذ۔[۵۱]

ابراہیم بن طہمان نہ صرف یہ کہ انہی دو حدیثوں کو بیان کرتے ہیں بلکہ اس سلسلے میں مزید ایک حدیث اور بیان کرتے ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ عرش موجود ہے۔

۴۔ جنت اور جہنم اور ان کی تخلیق

جہمیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جنت اور جہنم کی ابھی تک پیدائش نہیں ہوئی ہے[۵۲] محدثین اس عقیدے کو باطل قرار دیتے ہیں، اس کو ثابت کرنے کے لیے کہ دونوں پیدا کر دیے گئے ہیں، الملطی نے حدیث "قلنا یا رسول اللہ عن الجنة ما نباؤھا... بیان کی ہے[۵۳] ابراہیم بن طہمان اس سلسلے میں اس حدیث کو بیان[۵۴] کرنے کے علاوہ دوسری حدیث کا بھی ذکر کرتے ہیں[۵۵]

۵۔ جنت و جہنم کا خلود[۵۶]

جہمیہ کا عقیدہ ہے کہ جنت و جہنم پیدا کیے جائیں گے لیکن پھر فنا کر دیے جائیں گے۔ محدثین بالاتفاق اس عقیدے کی تردید کرتے ہیں اور جنت و جہنم کے خلود کے سلسلے میں الملطی حدیث "فی الجنة شجرة

---

۴۹ ابن حنبل، الرد علی الزنادقہ ۹۲ ۔ الدارمی الرد علی الجہمیہ ۲۶۳، ۲۶۷ ۔ ابن خزیمہ، کتاب التوحید ۱۰۱ ۔ الملطی، التنبیہ ۹۶

۵۰ الدارمی: الرد علی الجہمیہ ۲۷۳ ۔ ابن خزیمہ، کتاب التوحید ۱۰۱، ۱۰۲ ۔ الملطی. التنبیہ، ۹۸

۵۱ الملطی، التنبیہ، ۹۸

۵۲ الملطی، التنبیہ، ۹۵، ۱۳۰ ۔ البغدادی، عبدالقاہر، اصول الدین ۲۳۷ ۔ الجیلانی، غنیہ، جلد اوّل، ص ۹۰

۵۳ الملطی: التنبیہ ۱۳۰ ۵۴ حدیث ۳۳

۵۵ حدیث، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۳۸

۵۶ الملطی: التنبیہ ۹۵ ۔ البغدادی عبدالقاہر: الفرق ص ۳۴۸ ۔ اصول الدین، ۲۳۸ ۔ الخیاط، عبدالرحیم بن محمد بن عثمان، کتاب الانتصار والرد علی ابن الراوندی، قاہرہ ۱۹۲۵ء، ص ۱۲ ۔ الجیلانی: غنیہ، جلد اوّل، ص ۹۰۔

یسیر الراکب . . . بیان کی ہے[۵۷] ابراہیم بن طہمان نے اس حدیث[۵۸] کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ایک اور حدیث بیان کی ہے۔

۶۔ مسئلہ جبر

فرقہ جہمیہ کی شہرت جن عقیدوں کی بنیاد پر ہے ان میں سب سے اہم عقیدہ جبر ہے[۵۹] اس سے مراد یہ ہے کہ جو اعمال و افعال انسان سے ظاہر ہوتے ہیں وہ انسان سے منسوب نہیں کیے جا سکتے اس لیے کہ ان کا فاعل اور موجد انسان نہیں ہے۔ انسان مجبورِ محض ہے۔ انسان سے اعمال کی نسبت مجازی ہے جیسے یہ کہا جائے کہ دریا جاری ہے یا درخت حرکت کرتا ہے۔

ابن حجر العسقلانی حدیث " احتج آدم و موسیٰ " کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن عبد البر کا قول ہے کہ حدیث مذکور سے اگرچہ ظاہری طور پر جبریہ کی تائید ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ قدریوں کی سب سے اہم دلیل ہے[۶۰] اسی طرح الخطابی نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ اکثر لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ " قضا و قدر " کو مان لینے سے یہ مان لینا ضروری ہو جاتا ہے کہ انسان مجبورِ محض ہے[۶۱] لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے اور حدیث مذکور سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں کی جا سکتی۔ جہاں تک محدثین کا تعلق ہے وہ کتبِ حدیث میں " القدر " سے متعلق احادیث ضرور بیان کرتے ہیں جس سے ان کا مقصد ایک طرف دو متضاد عقیدوں ۔ جبریہ اور قدریہ ۔ کی تردید ہے تو دوسری جانب ان کا مقصد یہ بتانا ہوتا ہے کہ اصل اور صحیح عقیدہ ان دونوں عقیدوں کے درمیان ہے جس کے محدثین اور عامۃ المسلمین قائل ہیں۔

بحیثیت محدث ابراہیم بن طہمان کا قدر سے متعلق ۱۳ احادیث کا مسلسل بیان اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ بھی جبریہ یعنی جہمیہ اور قدریہ کی تردید کرتے ہیں[۶۲]

---

۵۷ الملطی، التنبیہ، ۱۳۴ ۵۸ حدیث ۱۳۰

۵۹ البغدادی، عبدالقاہر، الفرق، ۲۱۲۔ البزدوی، اصول الدین ۲۵۲۔ Tritton, A. S. Muslim Theology, London, 1947, p. 95, W. M. Watt, Free will and predestination, London, 1948, p[illegible]

۶۰ ابن حجر، فتح الباری، قاہرہ ۱۹۵۹ء، جلد ۱۴، ص ۳۱۲

۶۱ ابن حجر، فتح الباری، جلد ۱۴، ص ۳۱۲۔ شمس الحق، عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد، المدینۃ المنورہ ۱۹۶۹ء، جلد ۱۲، ص ۴۵۴۔

۶۲ حدیث ۸۲ - ۹۳ - ملاحظہ ہو اوپر جدول ۲ -

اس حقیقت کے پیش نظر کہ (۱) ابراہیم بن طہمان جہمیوں کے سخت مخالف تھے۔ (۲) آپ نے نیشاپور میں سفرِ حج صرف اس لیے ملتوی کیا تھا تاکہ جہمیوں کا مقابلہ کر سکیں۔ (۳) آپ نے احمد بن حنبل سے تقریباً ۸۰ سال پہلے اکثر جہمیہ عقائد کی تردید کی جو آپ کی کتاب میں موجود ہے۔ یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ ابراہیم بن طہمان پہلے محدث ہیں جنھوں نے ردِ جہمیہ میں پہلی کتاب لکھی جو بقول ابن القیم اُن محدثین میں سے تھے جنھوں نے جہمیہ عقائد کی تردید میں صرف احادیث متعلقہ کا ذکر کرنے پر اکتفا کی۔"

جہم بن صفوان کا انتقال ۱۲۸ھ میں ہوا اور ابراہیم بن طہمان نے اپنی کتاب "کتاب السنن فی الفقہ" میں اکثر عقائد جہمیہ کی تردید کی ہے۔ کتاب کی تاریخ تالیف زیادہ سے زیادہ ۱۵۸ھ ہو سکتی ہے۔ بالفاظِ دیگر اکثر عقائد جہمیہ کی تردید صرف ۳۰ سال کے اندر ہو گئی۔

جہم بن صفوان خود ایک ادیب[۶۳] تھے اور مختلف عقیدوں کے خلاف نبرد آزما تھے،[۶۴] اس لیے انھوں نے اپنے خیالات کو ضرور قلم بند کیا ہوگا، اس کی تصدیق ابن بطہ کے اس بیان سے ہوتی ہے "میں کچھ ان لوگوں کا ذکر کرتا ہوں جو صاحبِ تصانیف ہیں۔ جہم بن صفوان بھی انہی میں سے ایک ہے جس نے ایک "مقالہ" لکھا تھا اور اس میں لکھے ہوئے عقائد کی پیروی کچھ گمراہ لوگوں نے کی ...[۶۵]"

یہ تو معلوم نہیں کہ ابراہیم بن طہمان نے اس "مقالے" کو دیکھا تھا لیکن ابراہیم بن طہمان کے جواب کی نوعیت کے پیشِ نظر یہ کہنا درست ہوگا کہ اس کو عقائد جہمیہ کا علم تھا، جس کی تردید انھوں نے اپنی موجودہ کتاب میں کی ہے۔ اس طرح یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ جہم بن صفوان ہی تمام اہم عقائد جہمیہ کا بانی تھا۔

---

۶۳ ابوداؤد، مسائل احمد بن حنبل، بیروت، تاریخ طبع ندارد، ص ۱۰۴۔

۶۴ قدریہ کے خلاف (ابن عساکر، تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام ابی الحسن الاشعری، دمشق ۱۳۴۷ھ، ص ۱۱) ۔ (۲) فرقہ سمانیہ کے خلاف (ابن حنبل) الرد علی الزنادقۃ والجہمیۃ، ص ۹۵۔ (۳) ... الاعلام، ... ۱۹۵۳ء، جلد ۲، ص ۲۳۱)۔ (۴) ... Second Ed. Vol. II, p. 388 ... مقاتل بن سلیمان کے خلاف (البغدادی، تاریخ بغداد، جلد ۱۳، ص ۱۶۴۔ الذہبی، میزان الاعتدال، جلد ۲، ص ۱۷۳)۔ ... واصل بن عطاء المعتزلی کے خلاف (ابن المرتضیٰ احمد بن یحییٰ، کتاب المعتزلہ، بیروت ۱۹۶۱ء، عبدالجبار بن احمد القاضی، فرق و طبقات المعتزلہ، قاہرہ ۱۹۷۲ء، ص ۲۳۹، ۲۵۵) ۶۔ اموی حکومت کے خلاف حارث بن سریج کی سیکرٹری کی حیثیت سے (الطبری، تاریخ، جلد دوم، ص ۱۹۱۹)۔

۶۵ ابن بطہ، عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری، کتاب الشرح والابانۃ علی اصول السنۃ والدیانۃ، دمشق ۱۹۵۸ء، ص ۹۱۔